مولوی محمد انیس الرحمن قاسمی

قطع ید کی سزا
اور
اس کی حکمتیں

ہر انسان کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے لیکن پیدائش کے بعد وہ جس ماحول میں پرورش پاتا ہے اس کے اثرات رفتہ رفتہ اس کے اندر منتقل ہوتے رہتے ہیں، غلط معاشرہ، فساد کے جراثیم پیدا کرتا ہے۔ اور اچھا و پاکیزہ ماحول ملکوتی صفات بخشتا ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ وینصرانہ (حدیث)

قلب انسانی میں خیر اور شر کی دو کھڑکیاں کھلتی ہیں اور اس کے اختیار میں ہوتا ہے کہ کسی ایک کو بند کر کے دوسری کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائے مگر یہ اختیار بھی اکثر اوقات خارجی محرکات کا تابع ہوتا ہے اس لئے کہ اگر اس کے دل میں شیطانی وسوسہ گھس گیا تو وہ شر کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اگر خدائی آواز اتر گئی تو وہ نیکی کی طرف مائل ہو کر سراپا خیر بن جاتا ہے کیونکہ اس کے رب اور پالنہار کا مقصد اس کی آفرینش سے بندگی و عبودیت ہے اور عبودیت اپنے ظہور کے لئے ایک صالح معاشرہ اور پرامن زندگی چاہتی ہے۔ اس لئے اس نے شیطانی وسواس کو مغلوب اور اپنے الہامات کو غالب کرنے کے لئے بار بار اپنے اپنے داعیوں اور نقیبوں کو بھیجا اور معاشرہ کی اصلاح سے متعلق قوانین اتارے۔ انہی قوانین میں سے ایک قطع ید کا قانون بھی ہے۔ چور چونکہ معاشرہ کی فضا درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق بھی حکم نازل کیا اور فرمایا کہ

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(مائدہ ۳۸)

اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ ان کے کرتوتوں کے عوض میں اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ بڑی قوت والا اور بڑا حکمت والا ہے۔

اس کے بارے میں کچھ لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ ایک بے رحمانہ قانون ہے جسے عقل و دانش سے کوئی واسطہ نہیں جو رجعت کی قوتوں کا حامی اور عمل و انتاج کا مخالف ہے۔ اگر چند سال تک کسی معاشرہ میں اس پر عمل کیا جاتا رہا تو اس کا ایک بڑا حصہ مفلوج و بیکار ہو کر رہ جائے گا اور سینکڑوں لوگ عمل کے میدان سے ہٹ کر معاشرہ پر بوجھ بن جائیں گے۔

مگر یہ سوال انتہائی غیر حقیقی ہونے کے ساتھ لغو بھی ہے۔ کیونکہ اسلام نے عمل و انتاج کی جتنی اہمیت دی ہے اور انسان اور اس کے ہاتھ کا جتنا احترام کیا ہے اس سے زیادہ کسی بھی دوسرے نظام میں تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام انسانی ہاتھ کی چار قسمیں کرتا ہے اور ہر قسم کو اس کی مناسب جگہ پر رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ عامل ہاتھ کی تعظیم کرتا ہے۔ عاجز کی کفالت کرتا ہے اور جاہل کو تعلیم دیتا ہے۔ اور اگر فساد برپا کرنے والا ہے تو اس کو کاٹ ڈالنے کا حکم کرتا ہے۔

عامل ہاتھ کی تعظیم تو اس طرح کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص ظلماً کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اس کو ایک انسان کے قتل کی دیت کا نصف پچاس اونٹ مقطوع الیہ کو دینا پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ سلام کے بعد آپ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس نے معذرت کی۔ مگر آپ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ کو چوم لیا اور فرمایا جو ہاتھ محنت کی کمائی سے سخت اور درشت ہو جائے اس ہاتھ کو اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں۔ اور صرف تعظیم ہی نہیں بلکہ عامل ہاتھ کی سستی اور قدرت ہونے کے باوجود نہ کمانے پر تہدید و تنبیہ اور سرزنش کرتا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی توانا و تندرست کے لئے درست نہیں کہ وہ صدقہ لے۔ (ترمذی)

اسی طرح غیر عاقل کو تعلیم دیتا ہے پیغمبر اسلام کے پاس ایک انصاری آئے اور (صدقہ وغیرہ سے) سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ صحابی نے عرض کیا صرف ایک چادر جس کے کچھ حصے کو اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں۔ اور ایک پیالہ ہے جس میں کھاتا ہوں۔ آپ نے لانے کا حکم دیا۔ جب صحابی حاضر ہوئے تو آپ نے صحابہ کے درمیان کھڑے ہو کر نیلام کی آواز لگائی۔ جس پر ایک صحابی نے ایک درہم پیش کیا۔ لیکن آپ نے پھر آواز لگائی اور اس مرتبہ ایک دوسرے صحابی نے دو درہم کی پیش کش کی۔ اور آپ نے انہیں دے دیا۔ پھر انصاری سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ جاؤ ایک درہم کا خورد و نوش خرید کر اہل و عیال کو دے دو۔ اور دوسرے درہم کی ایک کلہاڑی لے کر میرے پاس آؤ۔ جب کلہاڑی لے کر آئے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک لکڑی ٹھوکی اور فرمایا:۔

جاؤ جنگل سے لکڑی کاٹنا اور بیچنا یہاں تک کہ میں تجھ کو پندرہ دن تک نہ دیکھ سکوں۔ انصاری چلے

گئے اور پھر جب آئے تو دس درہم ان کے پاس تھے۔ (ابوداؤد)

ایسے ہی وہ ہاتھ جو عاجز اور ناکارہ ہوتا ہے اسلام اس کی کفالت کرتا ہے اور آرام و اطمینان سے زندگی گزارنے کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کے نظام عشر و زکوٰۃ۔ صدقہ و خیرات اور ایثار و اقدام علی القطوع جیسے موٹے موٹے عنوانات پر صرف سرسری نظر کافی ہے۔ قرآن میں ہے:-

"نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی وہ ہے جو ایمان لائے اللہ پر اور قیامت پر، اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور قیامت پر اور انبیاء پر اور دیوے مال اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو، یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سائلوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں۔ (بقرہ ۱۷۷)

آیت کے خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر محل توجہ ہیں۔ ان میں صاف حکم ہے معذور کی کفالت کی جائے چنانچہ مسکین میں تمام معذور داخل ہیں ایسے ہی یتیم جو اپنی نابالغی کی وجہ سے عمل سے معذور ہوتا ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے اور غلام جو کام کرتے ہوئے بھی اپنے حق میں کمانے سے معذور رہتا ہے اس کو بھی اس میں شامل کیا ہے:

لیکن وہ ہاتھ جس کا کام صرف فساد پیدا کرنا ہوتا ہے اور جو اس نظام میں جسے اسلام نے فرد اور جماعت کے درمیان قائم کر رکھا ہے رخنہ اندازی کرتا ہے اس کے متعلق اسلام کا قانون یہ ہے کہ اس کو کاٹ دیا جائے کیونکہ یہ ایسا ہاتھ ہے جس کا کام صرف فتنہ پردازی و شر انگیزی ہے۔ یہ نہ تو عامل ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اور نہ مجبور و مفلوج ہے کہ اس کی کفالت کی جائے۔ بلکہ یہ ایک سیپٹک ہے جو آیندہ پھیل کر پورے معاشرہ کی تباہی و ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔ اس لئے ایسے بیمار عضو کو کاٹ دینا ضروری ہے۔

معاشرہ کو بیکار کرنے کا اعتراض واقعاتی حیثیت سے بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جب کہ اس قانون نافذ کیا گیا۔ دور نبوت سے لے کر خلافت راشدہ تک صرف چھ آدمیوں کے ہاتھ کاٹے گئے۔ اور آج بھی سعودی عرب میں یہ قانون نافذ ہے۔ مگر برسوں گزر جاتے ہیں اور ایک بھی ہاتھ کٹنے کی نوبت نہیں آتی۔ وجہ یہ ہے کہ فلسفہ تعزیر کے واقفین جانتے ہیں کہ مجرم کے لئے سزا کی تجویز میں دو اور بڑے پہلو پیش نظر ہوتے ہیں۔ ایک انتقامی یعنی مظلوم یا مستغیث کے جذبات کی تسکین۔ دوسرے انتظامی یعنی آیندہ کے ممکن مجرموں کی حوصلہ فرسائی و ہمت شکنی اور یہ قانون اپنے اندر چوری کو روکنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں دہشت پیدا ہوتی ہے اور مجرم کا عبرتناک انجام دیکھ کر آئندہ کسی کو اس قسم کے جرم کی ہمت نہیں ہوتی۔

بلکہ صحیح نظر سے دیکھا جائے تو معاشرہ کو بیکار کرنے کا اعتراض موجودہ قوانین پر عائد ہوتا ہے جن میں چوری کی ہلکی سزا ہونے کی وجہ سے مجرموں کی حوصلہ شکنی نہیں ہوتی۔ نتیجتہً چوری کی وارداتیں بڑھ جاتی ہیں اور بے شمار لوگ چوری کے جرم میں پکڑ کر قید کردیئے جاتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کو عمل کے میدان سے ہٹا کر قوم کے اوپر بوجھ بنا دیا جاتا ہے جب کہ اسلام میں چند لوگوں کو سخت سزا دے کر پورے معاشرہ میں امن وامان کی فضا پیدا کر دی جاتی ہے۔

قطع ید کے متعلق اسلام کا نظریہ جلد بازی کا بھی نہیں ہے کہ ادھر چوری کی واردات ہوئی اور ادھر قطع ید کا حکم صادر ہو گیا۔ بلکہ اس سلسلہ میں اس کا نظریہ منصفانہ ہے اس میں معاملہ کے تمام پہلوؤں کو ملحوظ رکھنے کی تاکید ملتی ہے حتیٰ کہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ ایک قاضی کا معاف کرنے میں غلطی کر جانا سزا دینے میں غلطی کر جانے سے بہتر ہے (ترمذی) اسی طرح اس کا حکم ہے کہ اگر کوئی شبہ ہو جائے تو حدود چھوڑ دو۔

ادرؤا الحدود بالشبہات (مسند امام اعظم)

اس کے علاوہ اگر عقلی اور سماجی پہلو سے دیکھا جائے تو مسئلہ کا عمق مزید بڑھ جاتا ہے کیونکہ اسلام میں چوری کی دو بڑی قسمیں ملتی ہیں ایک وہ جو مجرمانہ ذہنیت سے کی جاتی ہے دوسری قسم وہ ہے جو غیر مجرمانہ ذہنیت سے اور ضرورۃً صادر ہوتی ہے۔ اسلام ان دونوں قسموں میں فرق کرتا ہے اور مجرمانہ ذہنیت سے جو چوری کی جاتی ہے اس پر قطع ید کا حکم لگاتا ہے۔ دوسری قسم کی چوری پر قطع ید کا حکم نہیں جاری ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قطع ید کے لئے ایک اچھی مقدار دس درہم کی شرط لگاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کم مقدار کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی اور اہل و عیال کی بھوک سے مجبور ہو کر چوری کی ہو اور دس درہم سے کم میں انسان کی اصل ضرورت بھوک پیاس سے بچاؤ کی پوری ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے جو اس قسم کی حدیثیں دیکھنے میں آتی ہیں۔

انی لا اقطع فی الطعام (ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق) میں کھانے پینے کی چیزوں کی چوری پر قطع ید کا حکم نہیں دوں گا۔ لا قطع فی ثمر ولا ثمر (رواہ الاربعہ) پھلوں اور رسیلے تر کھجوروں پر قطع ید نہیں ہے، اسی طرح منکرات اور غیر مباح اشیا کی چوری پر قطع ید کا حکم نہیں ملتا۔ مثلاً سونے کی صلیب یا شراب یا شطرنج۔ یا دف وطبل وغیرہ کسی نے چرا لیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (ہدایہ) کیونکہ یہاں اس کی خاص مجرمانہ ذہنیت کارفرمائی نظر نہیں آتی۔ اس لئے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب منکر کو دیکھے تو حتی الوسع اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ (حدیث)

اور ہو سکتا ہے کہ یہاں ایسی نیت سے چوری کی گئی ہو اسی طرح اگر مسروقہ کسی محفوظ مقام میں نہ ہو

تب بھی قطع ید کا حکم نہیں ہوگا۔ مثلاً صندوق یا مکان کے اندر نہ ہو اور نہ کسی پہرے دار و چوکیدار کی حفاظت میں ہو بلکہ سرِ راہ اور کھلی جگہ پہ ہو تو اس کی چوری پر حد سرقہ جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ مجرم ذہن کو مال کی غیر محفوظیت نے شہ دی جس کی وجہ سے مجرمانہ ذہنیت کی پہچان میں شبہ واقع ہو گیا۔ اور یہی وجہ ہے جو میاں بیوی اور اولاد کے ہاتھ ایک دوسرے کی چوری پہ نہیں کاٹے جاتے۔ کیونکہ عموماً ان کا مال مشترک ہوتا ہے اور حرز و حفاظت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے مجرم ذہن کی حقیقی شکل ظاہر نہیں ہوتی۔

لیکن یہاں کسی کو خیال ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا یہ معمول بنائے کہ جب بھی چوری کرے گا دس درہم کی مقدار سے کم کرے گا یا سرِ راہ رکھی ہوئی چیزوں کی تاک میں رہے یا چوکیدار و پہرہ دار خود ہی غائب کر دیں تو پھر ان تخریب کاری جاری بھی رہے گی اور تعزیر بھی نہ ہوگی تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی سزا کے علاوہ آخرت کا دردناک عذاب بھی مقرر کر رکھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دس درہم سے کم مقدار میں چرانے سے اس کے لئے اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

یا سرِ راہ اٹھانے سے وہ بچ جائے گا۔ بلکہ اس صورت میں اس کے اوپر ایک سال تک اعلان لازم رہے گا لیکن اگر پھر بھی مالک نہ آئے تو پھر بیت المال یا غربا و مساکین پہ صرف کرنا لازم ہوگا۔ ایسے ہی پہرے دار خیانت کی دفعہ میں ملزم ہوں گے۔ اگرچہ سرقہ جاری نہ ہوگی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایسے لوگوں کی تخریب سے بچنے کے لئے امام کو اختیار رہتا ہے کہ ان کو قید کی سزا دے یا (حدود رہتے ہوئے) کسی اور طرح سے تعزیر کرے۔

قطع ید کو ایک وحشیانہ فعل تصور کرنا بھی ایک لغو تصور ہے کیونکہ اس سے بڑی بے رحمی اور قساوت تو یہ ہے کہ انسان اپنے معاشرہ میں بے امن کی زندگی بسر کرے جس میں اس کے مال کے ساتھ جان کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے کہ چور اور ڈاکو جب کسی کا مال لوٹنے آتے ہیں تو وہ صرف مال ہی نہیں لوٹتے بلکہ صاحب مال پر بھی حملہ کرتے ہیں کبھی ان کو ہلاک کر دیتے ہیں اور کبھی ناکارہ بنا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں تب بھی لوگوں کے ہاتھ پاؤں کٹتے رہیں گے۔

اس سلسلے میں بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مالی فراوانی اور معاشی ترقی سے چوری خود بخود ختم ہو جائے گی۔ لیکن کیا یورپ اور امریکہ جیسے ترقی یافتہ ممالک سے چوری کے واقعات ختم ہو گئے یا پسماندہ ممالک سے وہاں چوری کی وارداتیں کم ہوتی ہیں۔ پسماندہ ملک میں اگر ایک شخص دیہاتی چودھری کے مکان میں نقب لگاتا ہے تو امریکہ اور یورپ میں بنکوں پہ ڈاکے ڈالتے ہیں ؛

نام میں کیا رکھا ہے؟

روح افزا کے شائقین سے پوچھیے!

کوئی اور مشروب رنگ، لیبل، بوتل اور نام میں روح افزا سے کتنی ہی مشابہت کیوں نہ رکھتا ہو کم از کم روح افزا کے شائقین کے لئے کوئی کشش اور اہمیت نہیں رکھتا۔

روح افزا ہمیشہ روح افزا کے نام سے طلب کیجئے

اس نام پر کم و بیش پون صدی کی مہرِ فضیلت ثبت ہے۔ روح افزا جسم و جان کو ٹھنڈک پہنچا کر پیاس بجھاتا ہے اور تسکین بخشتا ہے۔

بے شک ذائقے اور تاثیر میں کوئی مشروب اس کا ثانی نہیں۔

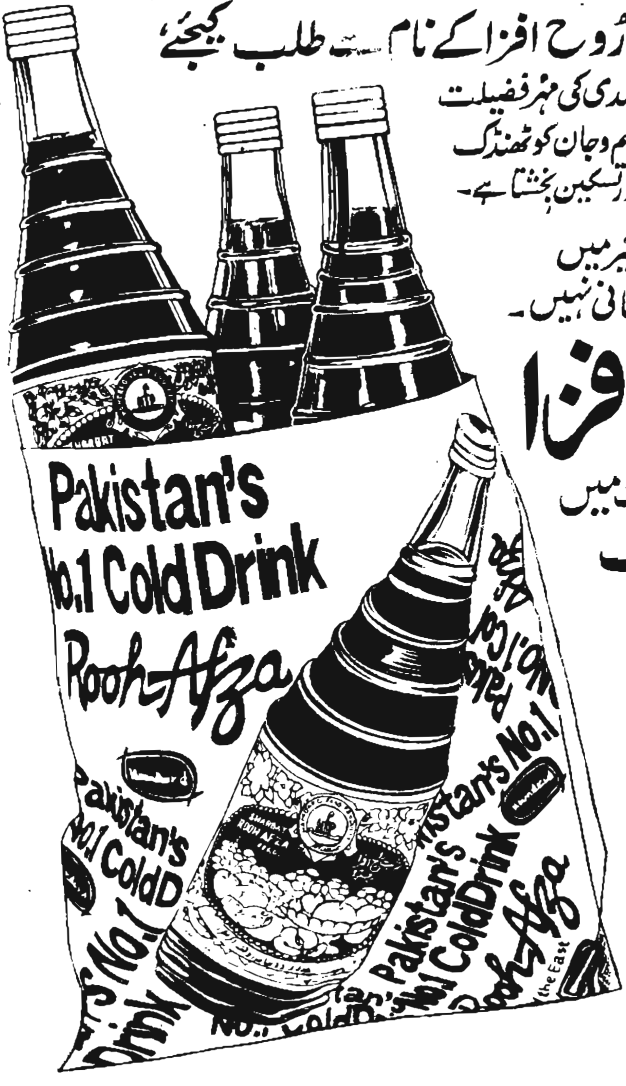

روح افزا

پاکستان کے مشروبات میں

سرفہرست

ہمدرد